JOURNAL OF ACADEMIC RESEARCH FOR HUMANITIES
ISSN 2663-192x

HJRS Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH (HEC-Recognized for 2023-2024)
Edition Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH, 3(4) October-December 2023
License: Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License for JARH
Link of the Paper: https://jar.bwo.org.pk/index.php/jarh/article/view/242

منٹو کی افسانہ نگاری اور "ٹیٹوال کا کتا": تنقیدی مطالعہ

MONTO'S FICTION AND "TETWAAL KA KUTTA": CRITICAL STUDY

Corresponding & Author 1:	**GHULAM FARIDA,** Assistant Professor, International Islamic University Islamabad, Pakistan. Email:
Co-Author 2:	**KAMRAN KAZMI,** Assistant Professor, International Islamic University Islamabad, Pakistan. Email: Kamran.abbas@iiu.edu.pk

Paper Information

Citation of the paper:
(JARH) Farida. G., and Kazmi. K., (2023). Monto's Fiction and "Tetwaal Ka Kutta": Critical Study. In *Journal of Academic Research for Humanities*, 3(4), 21–27B.

Subject Areas for JARH:
1. Urdu
2. Literature and Language
3. Humanities

Timeline of the Paper at JARH:
Received on: 04-04-2023
Reviews Completed on: 02-11-2023
Accepted on: 10-12-2023
Online on: 12-12-2023

License:
Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License

Recognized for BWO-R:
HJRS HEC Journal Recognition System

Published by BWO Researches INTL.:
BWO RESEARCHES (PVT) LTD PAKISTAN

Abstract

Manto is a significant figure in Urdu fiction of the 20th century. His literary works provide a deep insight into the social issues faced by individuals. One of his short stories, titled "Tetwaal ka kutta" is set in the context of the Kashmir conflict. Although critical opinions of this story often analyze it as a reflection of Hindu-Muslim antagonism, the story itself presents conflicting views on this matter. The soldiers' reaction to the uniformity of the situation, the natural scenery's charm, and the portrayal of both harmony and conflict with an animal all add layers to the story's meaning beyond its general context. This paper attempts to explain these textual references and identify any gaps that need to be addressed in the story.

Keywords: Manto, short story, Tetwaal ka kutta, Kashmir conflict, Hindu-Muslim antagonism.

2. دونوں افواج کے سپاہیوں کی کتے سے موانست ان کرداروں کے جذباتی خلا کو کس طرح سے بیان کر رہی ہے؟
3. کیا افسانے میں فطرت نگاری کا تناظر اسے ایک کامیاب رومانوی افسانہ کہلوا سکتا ہے؟

تعارف:

> کشمیر کی زخم زخم دھرتی کا یہ منظر نامہ اپنے ایک ایک لفظ میں طنز ہے لیکن اس میں یہ پاکستانی کتا ہے۔۔۔ جیسے جملے گویا احساس کی پیٹھ پر پڑنے والے کوڑے ہیں جو حساس طبیعت کو درد سے دوہرا کر دیتے ہیں۔یہ افسانہ کشمیر کی اکائی ٹوٹ جانے کی آواز ہے(افتخار،2005، 14)۔

افسانے کے عنوان میں جس کتے کا ذکر ہے وہ اس افسانے کا مرکزی کردار ہے۔یہ کردار افسانے کی کہانی اور لینڈ اسکیپ واضح ہونے کے بعد پلاٹ کا حصہ بنتا ہے۔کتا پہلے ہندوستانی مورچے میں جاتا ہے جہاں ہندوستانی سپاہی محض تفریح طبع کے لیے اس کا نام چپڑ جُھن جُھن رکھ دیتے ہیں اور نام کا یہ ٹیگ اس کے گلے میں بھی لٹکا دیا جاتا ہے۔یہی کتا جب پاکستانی مورچے میں جاتا ہے تو پاکستانی سپاہی اسے دشمن کا کوئی کوڈ ورڈ سمجھ کر اس کی تفتیش کرنے لگتے ہیں اور جوابی کارروائی کے طور پر اسے سپڑ سُن سُن کا نام دیتے ہیں۔آخر میں دونوں طرف کے سپاہیوں کی غلط فہمی کی وجہ سے کتا فریقین کی گولیوں کا نشانہ بن جاتا ہے۔اس حوالے سے خالد اشرف اپنی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

> ٹیٹوال کا کتا کشمیر کی جنگ کے دوران ہوئے ایک واقعے پر مبنی ہے۔اس موقع پر ہندو مسلم منافرت کا شکار ایک جانور ہوتا ہے۔جس کو دونوں ملکوں کے سپاہی اس لیے گولی مار دیتے ہیں کہ اسے دونوں طرف دشمن کا نمائندہ سمجھنے کی حماقت کی جاتی ہے(خالد،2006ء،50)۔

ابتدائیہ:

قیام پاکستان کے بعد اردو افسانے کا جو تناظر سامنے آتا ہے اُس میں سعادت حسن منٹو ایک ناگزیز حوالہ ہیں۔منٹو کے بغیر اردو افسانہ نگاری کا باب اس لیے بھی تشنہ کام رہتا ہے کہ انھوں نے فسادات، تقسیمِ ہند اور انسانی تشخص جیسے موضوعات کو بے لاگ اور سفاک حقیقت نگار کے طور پر اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ہر چند کہ ان کی افسانہ نگاری کا آغاز بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہو گیا تھا اور وہ حقیقت نگاری ،ترقی پسندی اور عورت کے سماجی استحصال پر افسانے لکھ چکے تھے تاہم تقسیمِ ہند کے سانحے کو جس جذباتی اور نفسیاتی تہہ داری کے ساتھ انھوں نے بیان کیا ہے وہ کسی اور افسانہ نگار کے بس کی بات نہیں تھی۔"ٹیٹوال کا کتا" ان کے اسی دور کے نمائندہ افسانوں میں شمار ہوتا ہے۔اس افسانے کا موضوع دو قومی عصبیت اور تنازعہ کشمیر سے وابستہ صورت حال ہے۔افسانہ نگار نے یہاں ایک ایسے فکری رویے کو ابھارنے کی کوشش کی ہے جس نے دو دشمن ممالک کے سپاہیوں کو کتے کی قومیت کے مسئلے پر تذبذب کا شکار کر رکھا ہے۔بقول افتخار مغل

تحقیق کا مقصد:

افسانہ "ٹیٹوال کا کتا" کے حوالے سے موجود تنقیدی آرا کا ردِ تشکیلی جائزہ لینا، اور یہ دیکھنا کہ کیا افسانہ تنازعہ کشمیر کے تناظر میں ہی درست تفہیم دیتا ہے یا اس کی تفہیم دیگر تناظرات میں بھی کی جا سکتی ہے۔

تحقیقی سوالات:

افسانے کا عمومی تاثر چونکہ تنازعہ کشمیر کو ہی سمجھا جاتا ہے اس لیے ہر بڑے نقاد نے منٹو کے اس افسانے کا تجزیہ ہندو مسلم دشمنی کے تناظر میں کیا ہے، تاہم افسانے کے متنی مطالعے سے اس کی تفہیم کے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔چنانچہ اس کے تنقیدی جائزے سے درج ذیل سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

1. کیا افسانے میں موجود کرداروں کا عمل اور ردِ عمل فرقہ وارانہ مخاصمت کی بجائے ان کی ذہنی کیفیات کی ترجمانی کر رہا ہے؟

طرح ہوتی ہے "جب پہاڑیوں میں فائر کی آواز گونجتی تو چہچہاتے ہوئے پرندے چونک کر اڑنے لگتے، جیسے کسی کا ہاتھ ساز کے غلط تار سے جا ٹکرایا ہے" (سعادت، 1995، 141) ۔ اس جملے سے یہ تاثر بھی سامنے آتا ہے کہ دونوں محاذوں پر فائرنگ کوئی معمول کا وقوعہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کبھی فائر ہوتا ہے تو وہ اس علاقے کی خاموشی اور سکون کو تہہ و بالا کر دیتا ہے۔چنانچہ متن اس بات کی دلیل پیش کرتا ہے کہ مجموعی طور پر پورا ماحول خاموشی اور امن سکون کا گہوارا ہے۔اس موقف کی وضاحت طاہرہ اقبال ان الفاظ میں کرتی ہیں۔

> "ٹیٹوال کا کتا" میں بھی خاص صورت حال کی فضابندی کے لیے ایک صوتی آہنگ کی ضرورت تھی جو اس سے بہتر لفظوں میں بیان نہ کیا جا سکتا تھا۔یہ بے معنی لفظ محض قافیہ ہی نہیں بنائے گئے بلکہ دشمنی برائے دشمنی کے فلسفے کی وضاحت کرتے ہوئے ایک لایعنی عمل کی علامت بن جاتے ہیں اور اس بے مقصد عمل کو لایعنی الفاظ سے واضح کیا گیا ہے (طاہرہ، 1995، 191)۔

افسانے کی پہلی دو سطروں میں مورچے، فائر اور انسانی چیخ کے سگنیفائر استعمال ہوئے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ کہانی کا منظر نامہ جنگی صورتحال کی وضاحت کر رہا ہے۔ان اولین دو سطروں کے بعد آگے کا سارا پیراگراف اس جنگی صورت حال کے بالکل متضاد کیفیات سے عبارت ہے۔ خوشگوار موسم، خودرو پھول، پرندوں کی چہچہاہٹ جیسے سگنیفائرز کا استعمال متن کو یکسر مختلف سمت عطا کرتا ہے۔یہاں متن اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ٹیٹوال کے علاقے کا قدرتی حسن اور اس علاقے سے اُنسیت افسانے کے پلاٹ سے متصادم ہے۔ورنہ دو دشمن ملکوں کے محاذوں سے شروع ہونے والی کہانی ایسی رومانوی فضا کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شروع کی دو سطروں میں جنگی محاذوں افسانے کے حوالے سے مندرجہ بالا رائے اور دیگر بناقدین کی بھی تقریباً تمام آرا فسادات، تنازعہ کشمیر، جنگ اور ہندو مسلم دشمنی جیسے موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔تاہم متن کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ بالکل ایک عمومی نوعیت کا ہلکے پھلکے انداز میں لکھا گیا افسانہ ہے جس کا مرکزی موضوع فسادات، مذہبی منافرت یا جنگ و جدل تو قطعاً نہیں ہے۔افسانے کا اسلوب لطیف رومانوی تراکیب کے بیان سے آگے بڑھتا ہے۔کہانی کا لینڈ سکیپ کشمیر کا علاقہ ٹیٹوال ہے جہاں دونوں ملکوں کے فوجی آمنے سامنے مورچہ بند ہیں، ٹیٹوال کی پہاڑی شروع سے ہی پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جھگڑے کی وجہ ہے۔ٹیٹوال سیکٹر وادی نیلم کے علاقہ اٹھمقام میں واقعہ ہے۔اس علاقے کی خوبصورتی اور قدرتی حسن بے مثال ہے۔منٹو نے اس افسانے میں ان مناظر کو قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے۔اس پوری فضا کو بیان کرتے ہوئے متن میں کہیں بھی مخاصمت، دشمنی یا ظلم و تشدد کا تاثر نہیں اُبھرتا۔اس کی بجائے ماحول کی وضاحت بڑے پر امن انداز میں ہوتی ہے۔

> ستمبر کا انجام اکتوبر کے آغاز سے بڑے گلابی انداز سے بغل گیر ہو رہا تھا۔ایسا لگتا تھا کہ موسم سرما اور گرما میں صلح صفائی ہو رہی ہے۔نیلے نیلے آسمان پر دھنکی ہوئی روئی ایسے پتلے اور ہلکے بادل یوں تیرتے تھے جیسے اپنے سفید بجروں میں تفریح کر رہے ہیں (سعادت، 1995، 141)۔

متن میں "ستمبر کا اکتوبر سے گلابی انداز میں بغل گیر ہونا"، "گرما و سرما میں صلح صفائی" اور "بادلوں کا تیرنا" جیسی تراکیب کا استعمال ایک ایسی پُر امن فضا کا نقشہ کھینچتا ہے جہاں ہر طرف سکون اور آشتی ہے۔فریقین میں سے کسی کے دل میں ایک دوسرے کے لیے رقابت اور منفی جذبات نہیں ہیں۔دونوں محاذوں پر بیٹھے ہوئے سپاہی محض اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے حکم کے مطابق فائر داغ دیتے ہیں، اور ایسا شاذونادر ہو تا ہے۔اس بات کی وضاحت متن سے اس

پن"، "گولیوں کی بے کار بارش "شغل " اور اکتاہٹ " کے سگنیفائرز انھی نفسیاتی محرکات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو میدانِ جنگ میں ان سپاہیوں کو ذہنی تناؤ کا شکار کیے ہوئے ہیں۔

"ٹیٹوال کا کتا" میں کتا اک گہری علامت بنتا ہے۔لایعنیت اور بے مقصد فعالیت کی۔اس کے بے معنی الفاظ کی جس قدر جانچ پڑتال کی جاتی ۔اتنا ہی یہ الفاظ معنی خیز ہوتے چلے جاتے ہیں(طاہرہ،1995،60)۔

عمومی ماحول میں کسی جانور کا اس طرح سے آنا کوئی اہم بات نہیں تھی لیکن اس مخصوص فضا میں میں کتے کی آمد ایک غیر معمولی وقوعہ بن جاتی ہے۔اب جو نیا ماحول متشکل ہوتا ہے اس میں سب لوگ کتے کو اپنے ساتھ مانوس کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اداسی کی بجائے اب سب کے قہقہے گونج رہے ہیں۔سپاہیوں کی کتے کے ساتھ دلچسپی اور دوستی اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ انسان فطرتاً ماحول دوست ہے۔اس لیے چاہے دیسی کلچر ہو یا بدیسی دونوں طرح کے گھرانوں میں جانوروں سے انسیت اور ان کا احساس کرنے کا رویہ ہمیشہ سے رہا ہے۔مورچوں میں موجود سپاہیوں کی گفتگو، اُن کی سوچ اور طرزِ عمل سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ یہ سب مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے کے باوجود دیسی مزاج کے مالک ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کتے کے آنے سے کوئی ایک فرد بھی الجھاؤ کا شکار نہیں ہوتا بلکہ ان سب کے رویوں میں قبولیت کا عنصر دیکھنے کو ملتا ہے۔حتیٰ کہ وہ سب لوگ اسے اپنا ہمراز بنانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔

ناشتے پر سب جوانوں نے تھوڑا تھوڑا کتے کو دیا جس کو اس نے خوب پیٹ بھر کے کھایا۔سب اس سے دلچسپی لے رہے تھے جیسے وہ اس کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں۔اس کے آنے سے کافی چہل پہل ہوگئی تھی۔ہر ایک اس کو تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد پچکار کر"چپڑ جُھن

کے منظر کے بیان سے جبراً قاری کی ذہن سازی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ایسا کرنے کی دو وجوہات سمجھ میں آتی ہیں،اول یہ کہ اگر یہ ابتدائی دو سطریں متن میں شامل نہ کی جاتیں تو افسانے کا ابتدائی تاثر خالصتاً رومانوی نوعیت اختیار کر جاتا اور دوسرا یہ کہ اس طرح کے ڈرامائی آغاز کے بعد آئندہ کے واقعات کے حوالے سے قاری کا تجسس قائم رکھا جاسکے۔

افسانے کی ابتدائی فضا بندی انھی دو منطقوں کے درمیان مسلسل جاری و ساری رہتی ہے۔دوسرے پیراگراف میں فائر کی آواز، پرندوں کی چہچہاہٹ اور ساز کے تار جیسے سگنیفائرز کا ایک ہی جملے میں استعمال اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ افسانے کا اسلوب اور کہانی کا منظر نامہ ابھی بھی انھی دو انتہاؤں کے درمیان معلق ہیں۔

نفسیاتی حوالے سے افسانے کا تجزیہ کیا جائے تو مورچوں میں موجود انسانی نفوس مسلسل ایک ہی جیسی صورت حال میں جیتے رہنے کی وجہ سے بے زاری اور اکتاہٹ کا شکار ہو چکے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ حالات کا کسی منطقی نتیجے پر نہ پہنچنا ہے، نتیجتاً دونوں طرف کے سپاہیوں میں بے عملی اور بے چینی پیدا ہو چکی ہے۔یہ ایک فطری امر ہے کہ کسی بھی محاذ یا مشن پر روانہ ہوتے ہوئے نوجوانوں کی قوت ارادی اور ان کے حوصلے بہت بلند ہوتے ہیں۔جوں جوں وقت گزرتا ہے ان کے جنگی جنون میں بھی کمی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ایسے میں انھیں ایک مختلف ذہنی فضا کی ضرورت ہوتی ہے جس میں وہ اپنے فطری جذبات کا اظہار کر سکیں۔اس افسانے میں بھی دونوں محاذوں پر موجود سپاہیوں کی ذہنی کیفیات ایک ہی طرح کی صورت حال میں جمود کا شکار ہو چکی ہیں۔اس لیے وہ خود کو بہلانے کے کے لیے کبھی گانے گاتے ہیں اور کبھی ہنسی ٹھٹھول کے ذریعے اس ذہنی تناؤ سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔یکسانیت نے انھیں جس خود اذیتی میں مبتلا کر دیا ہے اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی بھی خطرے یا پیش آئندہ نقصان کو مول لینے کے تیار ہیں۔اس وقت ان کی زندگی کی واحد تسکین اس لاحاصلی اور بے مقصدیت سے باہر نکلنا ہے۔جمعدار ہرنام سنگھ کا "چڑچڑا

افسانے میں مخاصمت یا دشمنی کی جو فضا خلق کی گئی ہے اس کا تعلق کہیں بھی ہندو مسلم دشمنی اور دو قومی نظریے سے نہیں ہے۔ دونوں ملکوں کے سپاہیوں کو ان قومی اور ملکی اختلافات سے قطعاً کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ وہ اس مسلسل لایعنیت اور بے کاری سے تنگ آچکے ہیں اس لیے اپنی طے شدہ روٹین سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ فائرنگ کا مسلسل تبادلہ کرتے ہیں۔ فریقین کے مخاصمت پر مبنی جملوں کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوتی ہے کہ یہ جملے محض عصبیت پر مبنی ہیں۔ ہر قوم کے لوگوں میں اپنے لوگوں اور اپنی مٹی سے محبت کا جذبہ فطری ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی بھی مقابلے میں ہر گروہ اپنے لوگوں اور اپنی مٹی کی حمایت میں بولے گا۔ بالکل یہی رویہ اس وقت ان سرحدی سپاہیوں کی سوچ اور فکر میں رچا بسا ہوا ہے۔ وگرنہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کسی قسم کی مذہبی نفرت یا عداوت موجود نہیں ہے۔

افسانے میں دونوں فریقین کے لیے پاکستانی اور ہندوستانی کے علاوہ "ادھر والوں" اور "اُدھر والوں" اور "ان کے پاس" اور "دوسروں کے پاس" جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتنا لمبا عرصہ ایک ہی محاذ پر رہنے کے بعد فریقین میں ایک بے نام تعلق داری پیدا ہو چکی ہے۔ وہ ایک دوسرے سے اس حد تک مانوس ہوگئے ہیں کہ اب معمول کی سرگرمیاں بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر ترتیب دینے لگے ہیں۔ اگر ایک طرف ناشتے کا دھواں اُٹھ رہا ہے تو دوسری طرف والے بھی اسی مناسبت سے اپنے ناشتے کے لیے متفکر ہونے لگتے ہیں۔ یہ ایک ایسا غیر مشروط تعلق ہے جو دونوں سرحدوں پر رہنے والوں کے درمیان خود بخود بنتا چلا گیا ہے۔

یہ تعلق کتے کی آمد و رفت کی وجہ سے مزید دلچسپ ہو جاتا ہے۔ بے عملی کی اس فضا میں جب وہ کسی انسان جاسوس کو نہیں تلاش کر پاتے تو کتے کو جاسوس تصور کر لیتے ہیں اور اس کے ساتھ بھی وہی تفتیش کا رویہ اختیار کرتے ہیں جو ایک عام جاسوس کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔

بشیر الگ کتے کے پاس بیٹھ کر اسے کبھی پچکار کر، کبھی ڈرا دھمکا کر پوچھتا رہا کہ وہ رات کہاں جُھن" کے نام سے پکارتا اور اسے پیار کرتا (سعادت، 1995، 145)۔

بنیادی طور پر افسانے میں رومانوی تناظر حاوی نظر آتا ہے۔ افسانہ نگار نے اپنے انفرادی طرزِ اظہار سے حسن اور لطافت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ٹیٹوال کی وادی کا حسن ایسے پرکشش سلیقے سے بیان ہوا ہے کہ قاری تھوڑی دیر کے لیے کہانی کے اصل سیاق و سباق کو بھول کر اس وادی کے دلفریب حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اس رومانوی فضا کو تخلیق کرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے سپاہیوں کے جو کردار پیش کیے ہیں اُن کی ذہنی ہم آہنگی بھی اسی فضا کے ساتھ پیدا کی گئی ہے۔ رزم گاہ میں بھی ان کے دل و دماغ رومانوی جذبات سے لبریز ہیں۔ ان جذبات کے اظہار کے لیے رومانوی گیت بھی متن میں شامل کیے گئے ہیں، تاہم ان گیتوں سے کہیں بھی شہوانیت کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ یہ ان کے فطری اور پاکیزہ جذبات کا اظہار ہیں۔

ہیر آکھیا جوگیا جھوٹھ بولیں، کون روٹھڑے یار مناوندائی
ایسا کوئی نہ ملیا میں ڈھونڈ تھکی جیہڑا گیاں نوں موڑ لیاوندائی
اک باز تو کانگ نے کونج کھوئی دیکھاں چپ ہے کہ کرلاوندائی
دکھاں والیاں نوں گلاں سُکھدیاں نی قصے جوڑ جہان سناوندائی

(سعادت، 1995، 143)

ہیر رانجھا کا قصہ تسلسل کے ساتھ جوابی مکالمے کی صورت میں بیان ہوا ہے، جس سے افسانے میں اساطیری فضا پیدا ہو گئی ہے۔

افسانے کا پلاٹ ابتدا میں بالکل عمومی نوعیت کا ہے جس میں کرداروں کا تعارف اور ماحول کی وضاحت ہوتی ہے۔ تاہم کتے کی آمد کا واقعہ پلاٹ کو نیا موڑ دیتا ہے اور دلچسپی کو بڑھاتا ہے۔ اس دلچسپی کی وجہ کرداروں میں تحرک اور ہلچل کی کیفیت کا پیدا ہونا ہے۔ "رات کے آخری پہر کی اس اداس فضا میں کتے کے بھونکنے کی آواز آئی" (سعادت، 1995، 143)۔

ہو گیا۔ اس نے فائر کا حکم دے دیا۔ آدھے گھنٹے
تک چنانچہ دونوں مورچوں سے گولیوں کی بیکار
بارش ہوتی رہی (سعادت، 1995، 148)۔

افسانے کے متن میں کئی جگہوں پر خلا پر موجود ہیں۔ کچھ جگہوں پر ایسے جملے لکھ دیے گئے ہیں جن کی آگے چل کر وضاحت کرنا ضروری تھی لیکن افسانے کے اختتام تک ان کی وضاحت کہیں نہیں ملتی۔ مثال کے طور پر صوبیدار ہمت خان کی مونچھوں کے حوالے سے "بڑی بڑی مونچھوں کو جن کے ساتھ بے شمار کہانیاں وابستہ تھیں" اور "بڑی بڑی تاریخی مونچھوں" جیسے پُر اسرارالفاظ استعمال کیے ہیں۔ تاہم افسانے کے اختتام تک یہ اسرار کہیں نہیں کُھلتا کہ ان مونچھوں سے وابستہ کہانیوں کی نوعیت کیا ہے یا ان مونچھوں کو تاریخی کہنے کی وجہ کیا ہے۔ اسی طرح متن میں ایک جگہ لفظ "اسی طرح" کی تکرار ہے۔ "پرندے اسی طرح چہچہاتے تھے۔ پھول اسی طرح کھل رہے تھے اور شہد کی سست رو مکھیاں اسی پرانے ڈھنگ سے ان پر اونگھ اونگھ کر رس چوستی تھیں۔" ان جملوں کو پڑھتے ہوئے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ کسی پچھلے منظر یا واقعے کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے لیکن افسانے میں اس منظر یا واقعے کی تفصیل کہیں نہیں ملتی۔

نتیجہ:

مجموعی طور پر افسانے کا متن اس کی تنقید سے ہٹ کر نئے زاویوں کو سامنے لاتا ہے۔ تنقیدی آرا کو سامنے رکھا جائے تو تنازعہ کشمیر اور اس سے وابستہ کشیدہ صورت حال سامنے آتی ہے تاہم افسانے کے متن کا مطالعہ انتہائی دلچسپ نکات کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔ موضوع کی مرکزیت اگرچہ جنگی صورت حال سے وابستہ ہے تاہم اس مرکزیت سے ہٹ کر افسانے کے متن کا مطالعہ رومانوی نوعیت کا حامل نظر آتا ہے۔ مورچوں میں موجود سپاہیوں کا یکسانیت کی صورت حال کے خلاف رد عمل، فطری مناظر کی دلکشی کا بیان اور ایک جانور کے ساتھ

غائب رہا تھا اور اسکے گلے میں وہ رسی اور گتے کا
ٹکڑا کس نے باندھا تھا مگر کوئی خاطر خواہ جواب
نہ ملا۔ وہ جو سوال کرتا، اس کے جواب میں کتا
اپنی دم ہلا دیتا۔ آخر غصے میں آکر بشیر نے اسے
پکڑ لیا اور زور سے جھٹکا دیا۔ کتا تکلیف کے باعث
چاؤں چاؤں کرنے
لگا (سعادت، 1995، 147)۔

افسانے میں کتا، جمعدار ہرنام سنگھ اور صوبیدار ہمت خان نمائندہ کردار ہیں جبکہ ذیلی کرداروں میں بنتا سنگھ، بشیر، وائر لیس آپریٹر، پلاٹون کمانڈر اور گنڈا سنگھ شامل ہیں۔ ان میں سے پلاٹون کمانڈر اور گنڈا سنگھ انتہائی غیر منفعل کردار ہیں کیونکہ ان دونوں کرداروں کی موجودگی کا احساس بھی مرکزی کرداروں کے توسط سے ہوتا ہے۔ جبکہ مرکزی کرداروں میں جمعدار ہرنام سنگھ اور صوبیدار ہمت خان افسانے کے سب سے فعال کردار ہیں۔ انہی کرداروں کے مکالمے اور عمل سے کہانی آگے بڑھتی ہے۔ افسانے میں یہ دو کردار اس حد تک با اختیار ہیں کہ ان کے فیصلے کلی طور پر صورت حال کو بگاڑنے یا سنوارنے کا کام کر سکتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت متن سے یوں ہوتی ہے "جب اس شغل سے اکتا گیا تو جمعدار ہرنام سنگھ نے فائر بند کرادیا اور داڑھی میں کنگھا کرنا شروع کردیا" (سعادت، 1995، 148) ۔ یہ دونوں کردار انتہائی جذباتی بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ کتے کی دونوں مورچوں کے درمیان نقل و حرکت پر برانگیختہ ہو کر اسے گولیوں کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔ ان کرداروں کی زبان بھی انتہائی عامیانہ ہے اسی لیے وہ بات بے بات مدِ مخالف کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ متن سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ ان کرداروں کے کسی بھی فیصلے میں عسکری یا پیشہ وارانہ حکمت عملی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مزاج کے اتار چڑھاؤ کے مطابق احکامات جاری کرتے ہیں۔

جمعدار ہرنام سنگھ معلوم نہیں کس بات پر
چڑچڑا ہو رہا تھا، یہ آواز سن کر اور بھی چڑچڑا

موانست اور مخاصمت کے رویوں کا اظہار افسانے کو اس کے عمومی تناظر سے ہٹ کر گہری معنویت کا حامل بناتا ہے۔

تنقیدی جائزہ کا نیا پہلو:

افسانے کے متن کا مطالعہ اس میں موجود کرداروں کی یکسانیت، اور ان کی انفعالیت کو واضح کرتا ہے۔یوں پورا افسانہ پڑھنے کے بعد بھی اس کا ہندو مسلم فسادات کا تاثر قاری کو کہیں محسوس نہیں ہوتا بلکہ یہ افسانہ رومانوی اور نفسیاتی حوالوں سے زیادہ اہم نکات کو سامنے لاتا ہے۔

حوالہ جات

افتخار مغل،(2005) ، آزاد کشمیر کا نثری ادب، مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،

خالد اشرف (2006ء)، فسانے منٹو کے اور پھر بیاں اپنا ،لاہور: کتاب دنیا،

منٹو، سعادت حسن(1995ء)، منٹونامہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز

طاہرہ اقبال(2015ء)، پاکستانی اردو افسانہ، لاہور: فکشن ہاؤس

طاہرہ اقبال(2012ء)، منٹو کا اسلوب، لاہور: فکشن ہاؤس،

Reference:

Iftikhar Mughal, (2005), Prose Literature of Azad Kashmir, Dissertation for PhD Urdu, Islamabad: Allama Iqbal Open University,

Khalid Ashraf (2006), Fasane Minto's and then Bian Apna, Lahore: Kitab Dunya,

Minto, Saadat Hasan (1995), Minto Nama, Lahore: Milestone Publications

Tahira Iqbal (2015), Pakistani Urdu Fiction, Lahore: Fiction House

Tahira Iqbal (2012), The Manto Style, Lahore: Fiction House